

کو روک سکے اور مشکوک اداروں کو اگر حکومت کی مستقل نگرانی میں نہ لے سکے تو کم سے کم ان پر بعض ضروری پابندیاں لگا دے۔

مگر جس حکومت کا اپنا کوئی تعلیمی تصور ہی نہ ہو اور کوئی تہذیبی نقشہ ہی نہ ہو، اس کے ہاں تو میدان کھلا ہے کہ جس کا جی چاہے آئے اور جیسی تعلیم و تہذیب چاہے قوم میں پھیلانے، کوئی احتساب اور روک ٹوک اور انتفاع نہیں ہے۔ جہاں ۴۰ سال میں دستور ہی کا فیصلہ نہ ہو پایا ہو، جہاں یہی طے نہ ہو کہ کس قسم کی حکومت پاکستان کو چاہیے، جہاں یہی سوال جھگڑے کا باعث ہو کہ شریعت ہوگی یا لادینییت، وہاں اس فیذاذ پر کسی اپنے بیگانے کو روکا جائے کہ فلاں کام یہاں کیا جاسکتا ہے، فلاں نہیں کیا جاسکتا۔

ایسی خستہ حالی و بے چارگی اور جمود و جذام کا عالم جہاں طاری ہو، وہاں ہم لوگ اسلام جیسے عظمت مآب نظام زندگی کی دعوت لیے اس امید میں کھڑے ہیں کہ شاید یہ صرف اتنی ہے کہ نظام اسلام کی معلومات قیادت کے سامنے رکھ دی جائیں تو وہ فوراً انہیں آنکھوں سے لگا کر ناقد کر دے گی۔ پیارے ساتھیو! یہ جو کچھ دیکھتے ہو کھٹ پتلیاں ہیں، گڑیاں ہیں، مومی مجسمے ہیں، یہ جیتے جاگتے آدمی بھی نہیں، تمہیں تو مسلمان چاہئیں!

خاندان منسوبہ بندی کے مرنے پر ایک پیرا گراف مجھے الگ سے لکھنا تھا، مگر برسبیل تذکرہ جہاں بات چھڑ گئی، لہذا اسی جگہ چند ضروری نکات عرض ہیں۔ اس کی اصل حقیقت تو جہ طلب ہے۔ میں یہاں اس کے بنیادی فلسفے اور اس کے خلاف مغربی مفکرین کے دلائل کو پیش نہیں کرتا چاہتا، اور نہ اس مسئلے کو اپنے دینی اور عقلی نقطہ نظر سے جانچنا چاہتا ہوں۔ فقط یہ کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ اخلاق کے علاوہ بہت سے دوسرے سیاسی و تمدنی مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ دنیا کی اقوام غالب کو آبادی کی زیادتی یا وسائل کی کمی کا کوئی قضیہ درپیش نہیں ہے، انہیں ہمدردی صرف نوغیر ایشیائی، افریقی اور خصوصاً مسلم ممالک سے ہے۔ یہ چوراہا چکی تو میں جنہوں

لے اسی میں ایک بڑا مسئلہ ہے۔ مغربی تاجر دیکھ رہے ہیں کہ باقی برصغیر آئندہ

نے دنیا بھر کے حصے کی دولت کچھ تو شہنشاہی دور میں لوٹی کھسوٹی اور کچھ اب قرنوں اور ایڈ کے سامراج، علمی و ثقافتی سامراج اور سہیں ترقی کی راہ پر ڈالنے کے بہانے ہماری جیب تراشی کر رہے ہیں، اندر ہی اندر اس بات سے ڈرتی ہیں کہ اگر کچلی پس پی غریب اور سابق غلام قوموں کی آبادی کثیر کے لشکر کے لشکر ہمارے خلاف اُٹ پڑے تو یہ تو سب کچھ تباہ کر دیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سالتر)

مشرق کی وسیع منڈی کے لوگوں کی قدرت خرید آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے وہ انہیں سکھاتے ہیں کہ ”بچے دو ہی اچھے“ کی صورت میں خوب کھاؤ پیو گے اور تیسرے بچے کو روک کر اس پر اٹھنے والے خرچ سے ٹیلی وژن یا سکوٹر خرید سکو گے اور مجبوری ہوئی تو قسطیں ادا کر سکو گے۔ پھر چوتھے بچے کو روک کر فرج لے لینا — نہایت دور رس فکر کے ساتھ دورِ نو کے بنیے ہمارے ہاں ”بچہ روک“ تحریک چلائے ہوئے ہیں۔ اور اس تحریک کو ہمارے محکمہ صحت، ویلج ایڈ، تعلیم، ریڈیو اور ٹیلی وژن اور اخباری اشتہارات کی مدد سے ہماری حکومتوں کے ذریعے ”تبلیغ“ کر رہے ہیں۔ اس کا رخیر کے لیے فنڈ مہیا کیے جاتے ہیں اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیہات تک میں خانہ بہ خانہ بھیج کر خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم مردوں اور عورتوں کو ایسے اہتمام کے ساتھ دلوائی جاتی ہے گویا اُن کی دنیا و آخرت کی بھلائی کا انحصار اسی پر ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱۔ لہذا نظریہ سیاست اور مادہ پرستانہ تہذیب اور افادی اخلاق اور اس کے ساتھ جدید دور کے اسباب آرام و تعیش اور ذرائع تفریحات نے بڑی بڑی قوموں کے ماحول کو ایسا بنا دیا ہے کہ ان کے مردان جنگی کی قوتوں کا پیمانہ گر گیا ہے۔ امریکی فوج دیت نام میں کھڑی نہ رہ سکی، بھاگ نکلی اور اب روسی فوج کے لیے افغانستان دھکا ہوا بھاڑ بن گیا ہے، جس میں اس کے سپاہی مکی اور چنوں کے دانوں کی طرح بھجن رہے ہیں۔ جو زندہ رہتے ہیں وہ کسی چانک آفت کے خوف میں گھل گھل کر ہیر و سن اور دوسرے نشوں کی پناہ لینے لگے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

ان کے خیال میں ہماری اقوام کی آبادی کثیر ہی بہت سے جھگڑوں، جھگڑیوں، انقلابوں اور ہنگامہ خیزیوں کا باعث ہے۔ انہیں اندیشہ یہ ہے کہ اس سیلاب کا آخری نشانہ ہم بھی بن سکتے ہیں خود میرے مطالعہ سے کسی مغربی دانش ور کی یہ بات گزر چکی ہے کہ رنگین نسلوں کے چیونٹوں کا سیلاب اگر ایک دفعہ ٹوٹ پڑا تو پھر کئی صدیوں کے حاصل شدہ علم و تمدن کی خیر نہیں۔ دراصل بڑی قومیں ہمیں خاندانی منصوبہ بندی کا سبق پڑھا کر اپنی خیر مندی ہی ہیں اور بعض ہم چیونٹوں کو پیدا ہونے سے قبل ہی مسکوا دینا چاہتی ہیں۔ لوگ بھی خوش ہوتے ہیں کہ ایک بچے کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے کہ ایک ٹیلی وژن خرید لیا جائے۔ پھر ایک مطلب یہ ہے کہ مسلمان اگر لوگ ہیں یہ دور دراز تک دیکھ سوچ نہیں سکتے۔ ان کو خود ان کے باغیوں اپنے آزاد ملکوں میں آہستہ آہستہ پہلے کمزور اکثریت میں اور پھر حثیت اقلیت میں بدلوا دو۔ اس دوران میں ان کی نوجوان نسلوں کے اخلاق بھی تباہ ہوں گے، گھر گھر میں بچے اور بچوں کی پیدائش اور جنسی رابطے کی حقیقت کے وعظ بہنچیں گے، بہت سے ہنستے گھر ان ”گولیوں“ اور دوسرے متعلقہ وسائل کی وجہ سے اُبھریں گے جن کے ساتھ خواتین کی صحت کے لیے دسیوں خرابیوں کے سامان ہیں۔ پھر ایک فائدہ یہ بھی کہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ خدا کے کاموں میں انسان مداخلت کر کے کچھ سے کچھ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اور خدا کسی مداخلت کو نہیں روک سکتا۔ (لحوظ بائد) اصل چیز سائنس ہے، خدا تو بس خدا ہے۔

ان متقائل کے ہوتے ہوئے جب بڑی قوتیں قرصے اور ایڈ اور اسلحہ دینے پر معاہدات

(بقیہ حاشیہ ستہ سابقہ)

ایسی مین پاؤر کے ساتھ اونچے تختوں پر بیٹھی عالمی قوتیں ان سوکھے ڈھانچوں اور ”چیونٹوں“ کے سیلاب سے ڈر رہی ہیں جو آگ بڑھیں تو پھر سفین کی صفیں رتی جاتی ہیں۔ مگر مرنے والوں کی زد نہیں مچھتی۔ حتیٰ کہ کچھ تو رسائی ختم ہو جاتے ہیں اور کچھ ظلم کرنے والوں کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں ایسے حالات سے بچنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی ہی بہتر ہے۔